

قرآنی محذوفات کی اعجازی معنویت: تحقیق و تجزیہ

**Rhetoric Omission in the Qur'anic Text and its Miraculous Features:
Exploration and Analysis**

☆ **Bilal Ramzan**

M.Phil Scholar of Islamic Studies,
University of Sargodha

☆☆ **Dr. Muhammad Feroz-Uddin
Shah Khagga**

Assistant Professor of Islamic Studies,
University of Sargodha



Citation:

Ramzan, Bilal Dr. Muhammad Feroz-Uddin Shah Khagga" Rhetoric Omission in the Qur'anic Text and its Miraculous Features: Exploration and Analysis." Al-Idrāk Research Journal, 3, no.2, Jul-Dec (2023): 1– 16.

ABSTRACT

This article titled "Omission of Words and Phrases in the Qur'anic Text" explains the various reasons for the omission of the Qur'an. The Qur'an is eternal clear book. The words, phrases and sentences of the Qur'an are of paramount importance to other books. The Qur'an presents an excellent arrangement in both the summary and the description of its text. The places where the Qur'an omits a word or phrase for the listener's conceptual ability or for any other reason, many aspects of the miraculous glory of the Qur'an come to light. In this brief article we will select the various passages of the Qur'an in which the Qur'an has used the omission of any word or phrase. Then we will identify the virtues that are gained through this omission.

Key Words: Qur'anic Rhetoric, Omission in Qur'an, al-Hazaf fi al-Qur'an, Miraculous Status of Qur'an.

تعارف

قرآن مجید اپنے اندر پوشیدہ بے شمار علوم کے خزانوں کی وجہ سے نہ صرف ایک زندہ معجزہ ہے بلکہ اپنے الفاظ، نظم و اسلوب اور حسن و بیان کی وجہ سے بھی ایک معجز کلام اور فصاحت و بلاغت کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ ایجاز و اطناب بلاغت کی اہم انواع میں سے ہے، چنانچہ سے ہم اس مقالہ میں اعجاز قرآنی کی قسم ایجاز و حذف کو بیان کرتے ہوئے قرآنی بلاغت کے طرق و وجوہ کے چند مظاہر ذکر کریں گے۔ مقالہ میں ابتداء اعجاز قرآن کو اجمالاً بطور تمہید بیان

جائے گا بعد ازاں مقصود ی بحث یعنی قرآن کریم میں حذف کی اعجازی حیثیت کی وضاحت کرتے ہوئے فوائد، اصول و وجوہات، شرائط اور قواعد کو مثالوں کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔

اعجاز کا مفہوم

اعجاز مادہ عجز سے ہے یعنی قدرت نہ رکھنا، حوصلہ ہار جانا، کمزور ہونا۔ اور اسی سے لفظ معجزہ نکلا ہے جس کے معانی ہیں ایسا امر جو خلاف عادت ہو جس میں تحدی والا معنی پایا جائے۔ اور جس کا مقابلہ ناممکن ہو۔ جبکہ اصطلاحاً:

"فُصُوْرُ الْإِنْسَانِ وَضَعْفُهُ فِي مُحَاوَلَةِ الْمَعْجَزَةِ وَمُزَاوَلَتِهَا، مَعَ اسْتِمْرَارِ هَذَا الضَّعْفِ

عَلَى مَرُورِ الزَّمَنِ وَتَقَدُّمِهِ"¹

کسی معجزہ کے مقابلے اور اس پر عمل کرنے میں انسان کا کمزور اور قاصر ہونا اور یہ (کمزوری) ہر گزرتے وقت اور زمانے تک باقی رہے۔

علامہ جرجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں معجزہ ایک خلاف عادت امر ہے جو بھلائی اور نیک نیتی کی طرف بلاتا ہے۔ دعوی نبوت سے مقرون ہوتا ہے۔ اور اس سے مدعی کے حق گوئی کا اظہار مطلوب ہوتا ہے کہ وہ مدعی واقعی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث کیا گیا ہے۔² اگرچہ سابقہ انبیاء کے معجزات حسی تھے جو اس زمانے کے مناسب حال تھے۔ جس میں وہ مبعوث ہوئے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ید بیضا کا معجزہ۔ اس طرح کے آپ جس زمانے میں مبعوث ہوئے اس میں بکثرت جادو گر تھے۔ اور جادو شہرت پاچکا تھا۔³

تو معجزات کے متعلق اصول الہی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء پر معجزات ان کے زمانے کے اعتبار سے ظاہر فرماتے ہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اہل عرب فصاحت اور بلاغت کے میدان کے شہسوار تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایسا کلام نازل فرمایا جس کی مثال لانے سے وہ تاقیامت قاصر ہیں۔ اور رہتی دنیا تک یہ معجزہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صداقت پر دال رہے گا۔ بذات خود قرآن مجید اپنے نظم و اسلوب، حسن و بیان، علوم و

¹ مصطفیٰ دیب البغا، الواضح فی علوم القرآن (دمشق: دار الکلم الطیب / دار العلوم الانسانیة، 1998ء / 1417ھ)، 150-151۔
Muṣṭafā Dīb al-Baghā, Al-Waḍīḥ Fī ʿUlūm al-Qurān (Dimishq: Dār al-Kalam al-Tayyab, 1998AD), 150, 151.

² علی بن محمد الشریف الجرجانی، کتاب التعریفات (بیروت: مکتبۃ لبنان ساحۃ ریاض الصلح، 1985 / 1404ھ)، 234۔
‘Alī Bin Muhammad al-Sharīf al-Jarjānī, Kitāb al-Ta‘rīfāt (Berūt: Maktbah Labnan, 1985AD), 234.

³ محمد علی الصابونی، التبیان فی علوم القرآن (لاہور: مکتبۃ الحسن، 2011ء / 1432ھ)، 90۔
Muhammad ‘Alī al-Sābūnī, Al-Tibyān Fī ʿUlūm al-Qurān (Lahore: Maktba al-Ḥasan, 2011AD), 90.

حکمت، تاثیر و ہدایت اور غیوب مافیہ و مستقبلہ سے پردے ہٹانے کی وجہ سے معجز ہے۔ اسی مفہوم کی تائید امام زر قانی اس قول سے بھی ملتی ہے۔

" وانا نلفت النظر إلى أن القرآن بما اشتمل عليه من المعجزات الكثيرة، قد كتب له الخلود فلم يذهب بذهاب الأيام"¹

"یہاں ہم اس پر نظر ڈالتے ہیں کہ قرآن بہت سے معجزات پر مشتمل ہے۔ اور اس کے لیے ہمیشگی غلو دکھ دیا گیا ہے۔ اور زمانے کے گزرنے کے ساتھ ختم نہیں ہوا۔"

اعجاز القرآن کا موضوع اس قابل تھا کہ بہت سے اہم مباحث کو جنم دیتا۔ ابتداء علماء اور اہل فن نے قرآنی بلاغت کے طرق و وجوہ سے پردہ چاک کیا۔ اس ضمن میں سعی و جہد کا کوئی دقیقہ فرد گزاشت نہ کیا۔ اور قرآنی بلاغت کے سلسلہ میں بے شمار خدمات سرانجام دیں۔ مگر افسوسناک امر یہ ہے کہ وہ قرآنی آیات پر علیحدہ علیحدہ گفتگو کرتے رہے۔ اور ان کو قرآنی وحدت سے الگ الگ کر کے دیکھتے رہے۔ تحلیل و تجزیہ کے دوران ان کی بحث و تحقیق کا مرکز صرف الفاظ و معنی ہوتے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن کریم کا حسن بیان ان کی نگاہ سے اوجھل رہا۔ غالباً مشہور ادیب، خطیب الجاحظ متوفی 255 ہجری اولین شخص تھے جنہوں نے اپنی کتاب "نظم القرآن" میں اعجاز القرآن سے متعلق مباحث کو موضوع سخن بنایا۔ خود امام جاحظ اپنی کتاب "المیوان" میں اس کتاب کے متعلق فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی کتاب میں ایسی آیات جمع کر دی ہیں۔ جن میں ایجاز وحذف زوائد و فضول اور استعارات کا فرق و امتیاز واضح ہوتا ہے۔²

ایجاز و اطناب بلاغت کے اعظم عنوان میں سے ہیں۔ حتیٰ کہ صاحب الفصاحہ نے بعض اہل بلاغت کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ایجاز و اطناب ہی بلاغت ہے۔

اقسام ایجاز: قصر و حذف

ایجاز قصر: معنی جس کے کثیر ہوں اور الفاظ قلیل ہوں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ "واخرج منها ومراعها" ان دونوں کلموں میں مخلوق کے کھانے کی وہ تمام چیزیں داخل ہیں جو زمین سے نکلتی ہیں۔

¹ محمد عبد العظیم الزرقانی، مناهل العرفان فی علوم القرآن (بیروت: دارالکتب العربی، 1995ء/ 1415ھ)، 263۔

Muhammad Abdul Azīm al-Zarqānī, *Manāhil al-Irfān Fī Ūlūm al-Qurān* (Beirut: Dār al-Kitāb al-Arbī, 1995AD), 263.

² ذاکٹر صبحی صالح، مباحث فی علوم القرآن (بیروت: دارالعلم للملایین، 1977ء/ 1396ھ)، 313۔

Dr. Ṣubḥī Ṣāliḥ, *Mabāḥith Fī Ūlūm al-Qurān* (Beirut: Dār al-Ilam Lilmalāyīn, 1977AD), 313.

ایجاز حذف: اس میں بہت فوائد ہیں جن میں سے اختصار، عبث سے اعتراض بوجہ اس کے ظہور کے، اس بات پر تنبیہ کرنا کہ محذوف کے ذکر کرنے سے وقت قاصر اور اس کا ذکر مہم کے فوت ہو جانے کا باعث ہے۔

حذف کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

لسان العرب میں اسکا مادہ حذف ہے۔ بمعنی کسی شے کو ختم کرنا۔ حذف الشی یحذفہ حذفاً تراشنا کنارے کی طرف سے کاٹنا¹ قطعہ من طرفہ ایک چیز کو اسکے کنارے سے توڑ دینا کاٹ دینا۔ اور اسی طرح الصحاح میں حذف الشی اسقاطہ یعنی کسی چیز کو گرانا۔ جیسے کہا جاتا ہے حَذَفْتُ رَأْسَهُ بالسيف² یہ تین معانی میں استعمال ہوتا ہے "القطع، القطف، الطرح" جبکہ اصطلاحاً کلام کے کسی ایک جزء کو گرا دینا کسی دلیل یا قرینہ کی وجہ سے یا اس کے معلوم ہونے کی وجہ سے یا اس کے ذہن نشین ہونے کی وجہ سے۔ اسی طرح ایجاز حذف سے مراد کسی جملے میں کوئی کلمہ یا جملہ یا جملے سے زائد کو حذف کر دیا جائے اور جملے میں ایسا قرینہ موجود ہو جو موصوف کو متعین کرے۔³

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو لغوی اور اصطلاحی معانی میں بہت مماثلت پائی جاتی ہے۔ تقریباً دونوں قطع کا معنی رکھتے ہیں۔ اور لغوی معنی سے اصطلاحی معنی کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ حذف اور محذوف عبارت نکالنے کا طریقہ ایک مستقل فن ہے، جس پر کئی کتب لکھی جا چکی ہیں۔ اہل بلاغت اور نحوی اس حوالے سے بڑی بحث کرتے ہیں۔ حذف سے کلام میں حسب ذیل خاصیتیں یا فائدے حاصل ہوتے ہیں:

- اس سے کلام میں خفت آ جاتی ہے یعنی جو چیز زبان پر گراں اور ثقیل گزرے وہ دور ہو جاتی ہے۔
- اس سے کلام میں فواصل اور سجع بندی کی رعایت میں مدر ملتی ہے۔
- کبھی مقام تحقیر کی وجہ سے محذوف کو حذف کر دیا جاتا ہے۔
- اس سے محذوف کی عظمت و شان اور جلالت واضح ہوتی ہے۔

¹ محمد کرم ابن منظور، لسان العرب (بیروت، لبنان: دار صادر للطباعة والنشر، 2005ء/1426ھ) مادہ "حذف"

Muhammad Mukarram Ibn Manzūr, *Lisān al-Arab* (Beirut: Sādar Liṭbā'ah wa al-Nashar, 2005AD)

² اسماعیل بن عماد الجوهري، الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية (قاہرہ: دار الحديث، 2009ء/1430ھ) مادہ "حذف"

Ismā'īl Bin 'Amād al-Jaohri, *Al-Ṣaḥāḥ Tāj al-Lughāt wa Ṣaḥāḥ al-Arbya* (Qāhira: Dār al-Ḥadīth, 2009AD).

³ حفنی ناصف، و مجموعة من العلماء، دروس البلاغة (کویت: مکتبہ اہل الاثر، 2003ء/1425ھ)، 92۔

Ḥafnī Nāṣif, wa Majmū'ah Min al-Ūlmā *Darūs al-Balāghah* (Kuit: Maktbah Ahal al-Athar, 2003AD), 92.

■ کبھی عبارت سے عمومی معنی اور فائدہ کثیرہ مراد لینے کی خاطر محذوف کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں حذف کی وجوہات

علامہ مصطفیٰ عبدالسلام ابوشادی نے اپنی کتاب الحذف البلاغی فی القرآن الکریم میں حذف کی وجوہات بیان کی ہیں۔ جس کے مطابق اختصار کی وجہ سے حذف کرنا، عبث اور بے فائدہ جملوں سے احتراز کرنے کے سبب سے ہوتا ہے۔ بعض اوقات ذکر کرنے سے اہم چیز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے جیسا کہ مقام تہذیر میں ہوتا ہے۔ کبھی محذوف کی عظمت عزت اور بڑائی کے اظہار کی خاطر حذف کر دیا جاتا ہے۔ کبھی محذوف کو ایسے مقام سے حذف کر دیا جاتا ہے جو اس کے شایان شان نہ ہو۔ کبھی کلام میں فاصلہ اور سجع بندی کی رعایت کی وجہ سے حذف کر دیا جاتا ہے۔ عبارت میں زیادہ حسن اور لذت کی خاطر حذف کر دیا جاتا ہے۔ کبھی عبارت سے عمومی معنی مراد لینے کے لیے حذف کر دیا جاتا ہے۔ محذوف کے متعین اور واضح ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا جاتا ہے۔ کبھی محذوف کے معروف ہونے کی وجہ سے حذف کیا جاتا ہے کیونکہ وہاں اس کا ذکر وعدم ذکر برابر ہوتے ہیں۔¹

شرائط حذف

ابتداءً ہم حذف کی شرائط کو ذکر کرتے ہیں۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الاتقان میں سات شرائط کو ذکر کیا ہے۔²

جبکہ ابن ہشام الانصاری نے آٹھ شرائط ذکر کیں ہیں۔³

پہلی یہ کہ حذف پر کوئی دلیل و قرینہ موجود ہو۔ کبھی یہ دلیل حالی (مقامی) ہوتی ہے۔ اور اسکی پہچان متکلمین کے حال اور سیاق کلام سے ہوتی ہے۔ جیسے قالوا سلاما "ای سَلَّمْنَا عَلَیْكَ سَلَامًا۔" ⁴ یہاں پر وجہ حذف یہ

¹ علامہ مصطفیٰ عبدالسلام ابوشادی، الحذف البلاغی فی القرآن الکریم (قاہرہ: مکتبہ القرآن، س۔ن)، 149۔

Allama Muṣṭafā Abdul Salām Abū Shādī, Al-Ḥazaḥ al-Balāghī Fī al-Qurān al-Karīm (Qāhira: Maktba al-Quran) 149.

² جلال الدین السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن (بیروت، لبنان: موسسۃ الرسالۃ ناشرین، 1429ھ / 2008ء)، 537۔

Jalāl al-Dīn al-Sayūṭī, Al-Atqān Fī Ūlūm al-Qūrān (Beirūt: Mausabat al-Risālat Nashirūn, 2008AD), 537.

³ جمال الدین ابن ہشام المصری الانصاری، مغنی اللیبیب عن کتب الاعراب (بیروت: مکتبہ عصریہ، 1411ھ، 1991ء)، 2: 692-697۔

Jamāl al-Dīn Ibn Hashām al-Miṣrī al-Anṣārī, Maghna al-Labīb 'An Kutub al-A'arīb (Beirūt: Maktbah 'Aṣṣyat, 1991AD), 2: 692-695.

⁴ الفرقان، 25: 63۔

Al-Furqān , 25: 63.

ہے کہ مقصود و مطلوب معلوم ہے اور مقصود یہ ہے کہ یہاں مقام تسلیم ہے، اظہار بردباری بمقابلہ جہالت ہے۔ جس پر دلیل حالی دلالت کرتی ہے۔ کبھی دلیل مقالی (لفظی) ہوتی ہے۔ جیسے آیت مبارکہ میں ہے:

وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۖ قَالُوا خَيْرًا¹

یعنی متقی لوگوں سے پوچھا گیا کہ تمہارے پروردگار نے کیا چیز نازل کی ہے؟ تو انہوں نے کہا خیر ہی خیر اتاری ہے۔ اس میں تقدیری عبارت "ای انزل خیرا" ہے۔ یہاں محذوف پر سیاق کلام دلالت کر رہا ہے۔ اور کبھی دلیل عقلی موجود ہوتی ہے۔ اور دلیل عقلی کبھی محذوف پر دلالت تو کرتی ہے مگر تعین محذوف پر دلالت نہیں کرتی بلکہ تعین کے لیے دوسری دلیل موجود ہوتی ہے۔ جیسے ارشاد باری ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ²

تم پر مردار جانور حرام کر دیا گیا ہے۔

اس آیت میں عقل سے یہ تو معلوم ہو رہا ہے کہ یہاں پر کچھ محذوف ہے۔ کیونکہ عقل اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ میت حرام نہیں اس لیے کہ حرمت کی نسبت اجسام کی طرف نہیں ہو سکتی بلکہ حلت اور حرمت کی اضافت افعال کی طرف ہوتی ہے۔ گویا کہ محل حلت و حرمت عقل دریافت ہی نہیں کر سکتی۔ بلکہ اس پر کوئی دوسری دلیل شرعی قائم ہے۔ وہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم انما حرم اکلها ہے۔ یعنی معلوم ہوا کہ میت کی حرمت کا تعلق اسکی ذات سے نہیں بلکہ اسکے کھانے سے متعلق ہے۔ کبھی دلیل عقلی سے محذوف کی تعین ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ وجاء ربك یعنی امر رب جس سے مراد عذاب الہی ہے۔ تو دلیل عقلی بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آنے والا خدا کا امر ہے ناکہ خود باری تعالیٰ۔

دوسری شرط کہ محذوف مثل جزو کے نہ ہو۔ اور اسی وجہ سے فعل یا نائب فاعل یا کان اور اس کی اخوات کا اسم محذوف نہیں ہوتا۔ تیسری شرط کہ موکد نہ ہو کیوں کہ حذف تاکید منافی ہے۔ اسی لئے کہ حذف مبنی ہے اختصار پر اور تاکید مبنی ہے طوالت پر۔ چوتھی شرط کہ حذف کرنے سے مختصر کا اختصار نہ ہوتا ہو۔ اسی لئے اسم و فیل کا حذف نہیں کیا جاتا کیونکہ وہ فعل کا اختصار ہے۔ پانچویں شرط کہ محذوف عامل ضعیف نہ ہو۔ اسی وجہ سے جار اور

¹ النحل، 16: 30۔

Al-Nahāl, 16: 30.

² النساء، 05: 03۔

Al-Nisā, 05: 03.

ناصر فعل اور جازم کو حذف نہیں کیا جاتا مگر اسی مقام سے جہاں یہ عوامل کثیر الاستعمال ہوں۔ اور انکے حذف پر دلیل قوی موجود ہو۔ چھٹی شرط کہ محذوف کسی کے عوض میں نہ ہو۔ ساتویں شرط کہ حذف سے عامل کا عمل متاثر اور منقطع نہ ہو۔ آٹھویں شرط یہ کہ حذف سے التباس لازم نہ آتا ہو۔

قرآن کریم میں اقسام حذف

حذف کی چار اقسام ہیں: اقطاع، اکتفاء، احتباك، اختزال۔ اگرچہ بعض حضرات نے تعریفات میں اور بعض اہل فن نے اقسام میں اختلاف کیا ہے جیسا کہ ابن اثیر نے قرآن مجید میں حذف کی پہلی قسم اقطاع کا انکار کیا ہے۔ اور علامہ زرکشی نے تیسری قسم احتباك کی تعریف میں اختلاف کیا ہے۔ ان اصطلاحات کی اجمالی تفہیم ذیل میں ذکر کی جاتی ہے:

اقطاع: کلمہ کے بعض حروف محذوف ہوں۔ جیسے وَأَمْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ میں "حرف با" لفظ بعض کا پہلا حرف ہے اور باقی حروف محذوف ہیں۔

اكتفاء: مقام ان دو چیزوں کے ذکر کا متقاضی ہو، جن میں تلازم اور ارتباط ہے لیکن کسی نقطہ کی وجہ سے ایک ہی شے کے ذکر پر اکتفا کیا جائے۔

وَجَعَلَ لَكُم سَرَابًا تَقِيكُمْ الْحَرَّ¹

اور تمہارے لیے ایسے لباس پیدا کیے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں،

تقدیر عبارت: یہاں "البرد" محذوف ہے۔ یہاں صرف الْحَرَّ کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے کیونکہ خطاب اہل عرب کی طرف ہے اور ان کا ملک گرم ہے۔ اور انکے نزدیک گرمی سے محفوظ رہنا زیادہ اہم ہے، کیونکہ گرمی انکے نزدیک سردی سے زیادہ شدید ہے۔

احتباك: یہ قسم سب قسموں میں سے زیادہ لطیف اور بدیع ہے۔ اہل بلاغت میں سے بہت کم لوگ اس سے واقف ہوئے ہیں۔ اور یہ ہے کہ اول سے اس کو حذف کر دیا جائے جس کی نظیر ثانی میں ثابت کی گئی ہے اور ثانی سے اس کو حذف کر دیا جائے۔ جس کی نظیر اول میں ثابت کی گئی ہے۔

وَادْخُلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجَ بَيْضًا²

¹ النحل، 81:16۔

Al-Nahāl ,16: 18.

² النمل، 12:27۔

Al-Namal , 27: 12.

اور اپنا ہاتھ گریبان میں داخل کرو، تو وہ کسی بیماری کے بغیر سفید ہو کر نکلے گا۔

تقدیری عبارت : تدخل غیر بَيَضَاءً وَاخْرَجَهَا تَخْرُجُ بَيَضَاءً۔ پس اول سے تدخل غیر بیضاء اور ثانی سے اخراجہا حذف کر دیا۔

اختزال : حذف کی وہ قسم جس کا نام اختزال ہے۔ اور اس کی کئی قسمیں ہیں کیونکہ محذوف یا ایک کلمہ ہو گا اسم ہو یا فعل ہو یا حرف یا ایک کلمہ سے زائد محذوف ہو گا۔

نحوی وجوہ حذف کی بحث

ان کے ہاں حذف کے متعلق بڑی بحث ہوتی ہے۔ خصوصاً نائب فاعل کے متعلق، حذف کی جو تعریف ماقبل میں گزری ہے نحوی اس میں بڑے قواعد و ضوابط اور شرائط بیان کرتے ہیں۔ چند مواضع حذف کو ذکر کرتے ہیں، قرآن کریم میں جن مقامات پر حذف ہوا ہے، اگر اسکی نوعیت کا بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو چند اہم مقامات کی نشاندہی ہوتی ہے جن سے متعلق ذیل ضروری تفصیل تحریر کی جاتی ہے۔

مبتداء اور خبر کا حذف

حذف کے باب میں مبتداء اور خبر بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔¹ مبتداء اور خبر دونوں مل کر جملہ مفیدہ بناتے ہیں۔ مبتداء مسند الیہ ہوتا ہے جس کے متعلق فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اور خبر محل فائدہ اور مسند ہوتی ہے۔ لہذا دونوں کو کلام کی زینت بنانا ضروری ہوتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی کسی قرینہ لفظی اور حالی کی وجہ سے دونوں میں سے کسی ایک کو حذف کر دیتے ہیں۔² جب مبتداء اور خبر معروف ہوں تو ان دونوں میں سے کسی ایک کا حذف جائز ہے، اور کبھی دونوں کو معروف ہونے کی وجہ سے اکٹھے ہی حذف کر دیتے ہیں۔³

¹ الزجاء، تحقیق ابراہیم الابیاری، اعراب القرآن (بیروت، لبنان: دارالکتب البنانی، س۔ن)، 743۔

Al-Zajāj, *A'rab al-Qurān* (Beirut: Dār al-Kitāb al-Banānī), 743.

² یعیش بن علی بن یعیش الموصلی، شرح مفصل للزمنشیری (بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، 2001ء/1422ھ)، 1، 239۔

Ya'ish Bin 'Alī Bin Ya'ish al-Mawṣilī, *Sharah Muḥṣal Lil Zamaḥshirī* (Beirut: Dār al-Kitāb al-Ilmya, 2001AD), 1: 239.

³ ابی زید عبدالرحمن بن صالح المکودی، شرح المکودی علی الألفیة فی علمي الصرف والنحو (بیروت: مکتبہ العصریہ

، 2005ء/1425ھ)، 53۔

Abū Zaid Abul Raḥmān Bin Ṣāliḥ al-Makūdī, *Sharah al-Makūdī Alā al-Alfiyah Fī Ilmī al-Ṣaraf wa Naḥaw* (Beirut: Maktbah al-Aṣriya, 2005AD), 53.

* مبتداء کا حذف: فاء جواب کے بعد جیسے: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ¹ جو کوئی نیک عمل کرتا ہے، وہ اپنے ہے فائدے کے لیے کرتا ہے۔ اس میں تقدیری عبارت: فَعَمِلَهُ لِنَفْسِهِ، قاعدہ یہ ہے کہ شرطیہ جملوں میں فاء جواب کے بعد مبتداء کو حذف کیا جاتا ہے۔ لہذا یہاں عملہ مبتداء محذوف ہے۔

* خبر کا حذف: جیسے اُكْثَرُ دَانِيْمٌ وَظُلُّهَا² تقدیری عبارت: ظُلُّهَا دَانِيْمٌ یہاں خبر کے حذف پر قرینہ ماقبل کی دلالت ہے۔

* کبھی کبھی مبتداء اور خبر دونوں محذوف ہوتے ہیں جیسے: وَآلِیُّ لَمْ یَحْضُنْ³ اور (ان عورتوں کی) عدت (بھی) یہی ہے (جنہیں ابھی ماہواری آئی ہی نہیں)، اس میں تقدیری عبارت: یہاں مبتداء فَعِدَّةٌ اور خبر ثَلَاثَةُ اَشْهُرٍ دونوں پر ماقبل دلالت کر رہا ہے۔ کیوں کہ ماقبل میں ان عورتوں کی عدت کا ذکر ہے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں۔⁴

مضاف کا حذف

قرآن کریم میں یہ بہت مقامات پر واقع ہوا ہے۔ ابن جنی نے کہا ہے کہ قرآن شریف میں ایک ہزار مقامات پر مضاف محذوف ہے۔⁵ جیسے: اَنْبَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔⁶ وَفِي الرِّقَابِ اصل میں "وَفِي تحریر الرِّقَابِ" تھا۔ یہاں پر لفظ تحریر مضاف محذوف ہے اور الرِّقَابِ مضاف الیہ کو اس کا قائم مقام بنایا گیا ہے۔ اور قرینہ عقلیہ بھی اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ زکوٰۃ گردنوں میں نہیں بلکہ گردنوں کے آزاد کرنے میں ہے۔

¹افصلت، 46:41۔

Fuṣilat , 41: 46.

²الرعد، 13:35۔

Al-Ra'ad , 13: 35.

³الطلاق، 65:04۔

Al-Talāq ,65: 04.

⁴عبد الرحمن بن صالح المکودی، شرح المکودی، 53۔

Abdul Raḥmān Bin Ṣāliḥ al-Makūdī, Sharḥ al-Makūdī, 53.

⁵السیوطی، الاتقان، 543۔

Al-Sayūṭī, Al-Atqān, 543

⁶التوبة، 60:09۔

Al-Tauba , 09: 60.

صفت کا حذف

جیسے: يٰۤاٰخِذْ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَضْبًا¹ جو ہر (اچھی) کشتی کو زبردستی چھین کر رکھ لیا کرتا تھا۔ اس میں تقدیری عبارت: سَفِيْنَةٍ صَالِحَةٍ ہے، اس لیے کہ اس کا معیوب کر دینا سفینہ ہونے سے اس کو خارج نہیں کرتا۔

معطوف علیہ کا حذف

جیسے: اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ طَمَنَ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اٰخَرَ² گنتی کے چند دن روزے رکھنے ہیں، پھر بھی اگر تم میں سے کوئی شخص بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کر لے۔ اس میں تقدیری عبارت: فَاَفْطَرْ فَعَلِيْهِ عِدَّةٌ - یہاں اگر لفظ فَاَفْطَرْ کو مقدر نہیں مانتے تو آیت کا مطلب ہو گا کہ جسکو افطار کی رخصت دی گئی ہے۔ اگر وہ سفر و مرض میں روزہ رکھ بھی لے تب بھی اس پر قضاء لازم ہوگی۔ جو کہ عقل و شرع کے خلاف ہے۔

فعل کا حذف

استفہام کے جواب میں فعل بکثرت محذوف ہوتا ہے۔ جیسے:

وَ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَا اَنْزَلَ رَبُّكُمْ طَقَالُوْا خَيْرًا³

اور (دوسری طرف) متقی لوگوں سے پوچھا گیا کہ: تمہارے پروردگار نے کیا چیز نازل کی ہے؟ تو انہوں نے کہا: خیر ہی خیر اتاری ہے۔

تقدیری عبارت: اَنْزَلَ خَيْرًا چونکہ یہ مقام ایجاز و اختصار ہے۔ اسلئے تکرار سے اجتناب کرتے ہوئے اور سیاق کلام کو مد نظر رکھتے ہوئے۔ انزل فعل کو حذف کر دیا گیا۔

فاعل کا حذف

فاعل کلام کے سب سے اعلیٰ اجزاء میں سے ہے۔ ہر فعل کے لیے فاعل کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ کبھی کبھی وجوہا اور کبھی جواز حذف کر دیتے ہیں۔

¹ الکھف، 79: 18۔

Al-Kahaf , 18: 79.

² البقرة، 184: 02۔

Al-Baqarah , 02: 184.

³ النحل، 30: 16۔

Al-Nahhal , 16: 30.

وجوب حذف کی مثال: کبھی فعل کو فعل مجہول میں تبدیل کر کے اس کے فاعل کو حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ۔۔۔۔۔¹ اس میں تقدیری عبارت: كُتِبَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ الصِّيَامُ " تھا۔

جواز کی مثال: کبھی فاعل کو حذف کر دیا جاتا ہے۔ چونکہ اس پر دلالت کرنے والا قرینہ موجود ہوتا ہے۔ جیسے: كَلَّاۤ اِذَاۤ اَبْلَغْتَ التَّرَاقِيَّۚ خَبْر دَار! جب جان، نسلیوں تک پہنچ جائے گی۔ اس میں تقدیری عبارت: بَلَّغْتَ الرُّوحَ یہاں لفظ الروح کے حذف پر سیاق کلام دلالت کر رہا ہے۔³ جیسے: فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ⁴ سوجب وہ ان کے صحن میں آترے گا تو جن لوگوں کو خبردار کیا جا چکا تھا، ان کی وہ صبح بہت بری صبح ہوگی۔ یہاں تقدیری عبارت فَاِذَا نَزَلَ الْعَذَابُ یہاں پر لفظ العذاب محذوف ہے⁵ جو کہ کلام میں فاعل واقع ہو رہا ہے۔ اور اس کے حذف پر قرینہ ماقبل والی آیت ہے۔ ماقبل والی آیت میں کفار کے طلب عذاب کا ذکر ہے۔

فعل تعجب کے فاعل کا حذف

جب دو فعل تعجب اکٹھے ہو جائیں۔ تو دوسرے فعل کا فاعل حذف ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ پہلے فعل کا فاعل اس پر دلالت کر رہا ہوتا ہے جیسے: اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُوْنَنَا۔۔۔۔۔⁶ جس روز یہ ہمارے پاس آئیں گے اس دن یہ کتنے سننے والے اور دیکھنے والے بن جائیں گے۔ تقدیری عبارت: اصل میں اَبْصِرْ بِهِمْ تھا۔ یہاں

¹ البقرة، 183:02۔

Al-Baqarah , 02: 183.

² القيامة، 26:75۔

Al-Qiyāmah , 75: 26.

³ علامہ جلال اللہ محمود ز مخشری، تفسیر کشاف (بیروت، لبنان: دار المعرفہ، 2009ء / 1430ھ)، 1162۔

Allama Jār Allah Maḥmūd Zamāḥshrī, *Tafsīr Kashāf* (Beirūt: Dār al-Ma'rifah, 2009AD), 1162.

⁴ الصافات، 177:37۔

Al-Ṣafāt, 37: 177.

⁵ امام محمد الرازی فخر الدین، مفاتیح الغیب (بیروت، لبنان: دار الفکر، 1981ء / 1401ھ)، 26، 172۔

Imām Muḥmmad Al-Rāzī, *Maḥfātīh al-Ghaib* (Beirūt: Dār al-Fikar, 1981AD), 26: 172.

⁶ مریم، 38:19۔

Maryam, 19: 38.

دوسرے فعل کے فاعل مقدر پر پہلے فعل کا فاعل دلالت کر رہا ہے۔ دونوں فعلوں کے فاعل مشترک ہونے کی وجہ سے ایک کے ذکر پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

مفعول کا حذف

فعل مشیعت و ارادہ کا مفعول بکثرت محذوف ہوتا ہے۔¹ اس کے علاوہ دیگر مقامات پر بھی حذف ہوتا ہے۔ جیسے: **الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ**۔۔۔² تقدیری عبارت: **الہا مفعول ثانی محذوف ہے۔** اس کی تعین پر سورہ طہ کی آیت 88 **فَقَالُوا بِنَا إِلَهُكُمُ وَالْإِلَهُ مُوسَى دَلَالَت کر رہی ہے۔**³ اسی طرح **إِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ**⁴ کہ اس میں تقدیری عبارت: **خلق کل المخلوقات یہاں عمومی معنی مراد لینے کے لئے مفعول کو حذف کر دیا یعنی ساری کائنات کو اللہ نے پیدا کیا۔**⁵ کبھی فعل اور فاعل سے جملہ مکمل ہو جاتا ہے اور مفعول کی ضرورت ہی نہیں رہتی اس لیے ذکر نہیں کیا جاتا۔ گویا کہ فعل بہ منزلہ اس فعل کے کر دیا جاتا ہے جس کا مفعول نہیں ذکر کیا جاتا اور نہ ہی مقدر کیا جاتا ہے۔ مگر اس کا عقلا ثبوت لازم آ جاتا ہے۔ جیسے: **رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ** یعنی میرے رب سے احیاء و اماتت کا فعل واقع ہوا ہے۔

موصول کا محذوف

جیسے: **وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَأَنْزَلَ إِلَيْكُمُ**۔⁶ اور ان سے (یہ کہو کہ) ہم اس کتاب پر بھی ایمان لائے ہیں جو ہم پر نازل کی گئی ہے، اور اس پر بھی جو تم پر نازل کی گئی تھی۔ اس میں تقدیری عبارت: **وَالَّذِي أُنْزِلَ**

¹ السیوطی، **الاتقان**، 545۔

Al-Sayūfī, *Al-Atqān*, 545.

² **الاعراف**، 152:07۔

Al-A'raf, 07: 152.

³ عمر بن علی ابن عادل، **اللباب فی علوم الکتاب** (بیروت، لبنان: دار الکتاب العلمیہ، 1998ء، 1419ھ) 9:328۔

Umar Bin Alī Ibn 'Ādil, *Al-Labāb Fī Ulūm al-Kitāb* (Beirut: Dār al-Kitāb al-Ilmiya, 1998AD), 9: 328.

⁴ **العلق**، 96:01۔

Al-A'laq, 96: 01.

⁵ **زمنشری**، **تفسیر کشاف**، 1212۔

Zamahshri, *Tafsīr Kashāf*, 1212.

⁶ **العنکبوت**، 29:46۔

Al-Ankabūt, 29: 46.

إِلَيْكُمْ ہے، یہاں موصول اسمی وَالَّذِي مخدوف ہے کیونکہ جو کچھ ہماری طرف نازل ہوا ہے وہ اس کا غیر ہے جو اگلوں کی طرف نازل ہوا ہے۔¹

منادی کا حذف

منادی میں اذعو فعل ہوتا ہے۔ اور "یا" حرف ندا اس فعل کے قائم مقام ہوتا ہے۔ کبھی اس قائم مقام فعل کو تخفیف کی غرض سے بھی حذف کر دیتے ہیں۔² جیسے: معروف مثال ہے۔ يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ بَنِي إِسْرَافِيلَ! تم اس بات کا خیال نہ کرو۔ اس میں تقدیری عبارت: یا يُوسُفُ یہاں حرف ندا "یا" تخفیفاً حذف کر کے منادی پر اکتفا کیا گیا ہے۔ کرمانی کی العجائب میں ہے کہ ندا میں ایک طرح کا امر ہے۔ اس لئے قرآن شریف میں تنزیہ اور تعظیم کے لیے حرف ندا بکثرت مخدوف ہے۔⁴

مقام تہذیر پر حذف

کبھی صرف مخدومہ کو ذکر کرتے ہیں۔ قلت وقت کی وجہ سے اور فعل کو حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے "النار" مخدومہ ہے۔ یہاں پر قلت وقت کی وجہ سے "اتق" فعل امر مخدوف ہے۔ اصل میں "اتق النار" تھا۔

¹ حمی الدین الدرویش، اعراب القرآن و بیانہ (محض، سورۃ: دارالاشاد للشؤون الجامعیۃ، 1980ء، 1400ھ)، 441، 7۔
Maḥya Uddīn al-Darwaish, A 'rāb al-Qurān wa Bayāniya (Ḥamaṣ: Dār al-Irshād Lishaūn al-Jāmiya, 1980AD), 7: 441.

² مصطفیٰ الغلابینی، جامع الدروس العربیۃ، تحقیق۔ عبدالمنعم خلیل ابراہیم (بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، 2009ء/ 1430ھ)، 3، 110۔

Muṣṭafā Al-Ghalābīnī, Jāmi al-Durūsh al-Arbiya (Beirūt: Dār al-Kutub al-Ilmiya, 2009AD), 3: 110.

³ یوسف، 12: 29۔

Yūsuf, 12: 29.

⁴ السیوطی، الاقان، 546۔

Al-Sayūfī, Al-Atqān, 546.

اہل بلاغت کے نزدیک حذف

ان کے ہاں اکثر مسند الیہ کو حذف کیا جاتا ہے۔ اس کی چند اہم وجوہ مندرجہ ذیل ہیں:

مسند الیہ کا حذف

مخدوف پر قرآن دلالت کر رہے ہوتے ہیں جن کی وجہ سے اسے لفظوں میں نہیں لکھا جاتا۔ جیسے: فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ¹ اور انہوں نے اپنا چہرہ پیٹ لیا اور کہنے لگیں کیا (ایک بانجھ بڑھیا) بچہ جنے گی؟ اس میں تقدیری عبارت: اَنَا عَجُوزٌ عَقِيمٌ۔ یہاں پر لفظ انا مخدوف ہے اس پر قرینہ سیاق کلام ہے۔ جو مقام تعجب ہے۔² کبھی مسند الیہ متعین بالحقیقت ہونے کی وجہ سے اسے حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے:

عَلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ³ اس میں تقدیری عبارت: یہاں لفظ جلالہ (اللہ) مسند الیہ مخدوف ہے کیونکہ عالم الغیب ذات وہ متعین بالحقیقت ہے۔ فوائد کثیرہ کی وجہ سے کبھی مسند الیہ حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے: فَصَبَّوْا جَمِيلًا⁴ تقدیری عبارت: فاصبر صَبْرًا جَمِيلًا تھا۔ اصبر فعل کو حذف کر کے جملہ فعلیہ کو جملہ اسمیہ بنادیا۔ تاکہ دوام واستقرار کا فائدہ حاصل ہو۔ کیونکہ یہاں مقام صبر اس کا متقاضی ہے۔

اہل بلاغت کے ہاں کسی شے کی طرف مجاز نسبت کی وجہ سے عبارت حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے: وَسَلِّ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا⁵ اور جس بستی میں ہم تھے اس سے پوچھ لیجیے۔ اس میں تقدیری عبارت: فَسَلِّ اَهْلَ الْقَرْيَةِ تھا یہاں الْقَرْيَةِ کی نسبت مجاز ہے۔ یہاں لفظ اهل مسند الیہ کو حذف کر کے فسئل کی نسبت جملہ کلام کی طرف کی گئی ہے، نہ کہ اس سے متصل لفظ کی طرف۔⁶

¹ الذاریات، 29: 51۔

Al-Zāryāt , 51: 29.

² زمخشری، تفسیر کشاف، 1052۔

Zamahshirī, *Tafsīr Kashāf*, 1052.

³ الانعام، 73: 06۔

Al-An‘ām , 06: 73.

⁴ یوسف، 18: 12۔

Yūsuf , 12: 18.

⁵ یوسف، 12: 82۔

Yūsuf , 12: 82.

⁶ عبدالقاهر الجرجانی، أسرار البلاغة، قرأه وعلق علیہ۔ محمود محمد شاكر (قاہرہ، مصر: مکتبۃ الانجلی، 1991/ 1412ھ)، 420۔

Abdu Qāhir al-Jurjānī, *Asrār al-Bulāghah* (Qāhira: Maktbah al-Khānjī, 1991AD), 420.

کبھی کلام کو مختصر کرنے کے لیے حذف کیا جاتا ہے۔ اس کی شرط یہ ہے کہ مخدوف کلام پر قرینہ ودالات موجود ہو۔ جیسے: فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ قَالَتْ إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرُ¹ تھوڑی دیر بعد ان دونوں عورتوں میں سے ایک ان کے پاس شرم و حیا کے ساتھ چلتی ہوئی آئی، کہنے لگی: میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں، اس میں تقدیری عبارت: یہاں پورا جملہ مخدوف ہے جس پر سیاق کلام دلالت رہا ہے۔ یعنی دونوں لڑکیاں باپ کی طرف گئیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سارا واقعہ بیان کیا۔ تو حضرت شعیب علیہ السلام نے ان میں سے ایک کو موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا۔² حازم نے منہاج البلاغہ میں کہا ہے کہ حذف بہتر ہوتا ہے جب اس پر دلالت قوی ہو یا اشیاء کا شمار کرنا مقصود ہو مگر شمار کرنے میں طوالت اور دقت ہوتی ہے۔³ لہذا دلالت حال کی بنا پر حذف کر دیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح تعجب اور تہویل کے موقع پر بھی حذف کیا جاتا ہے۔ جیسے اہل جنت کے وصف میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا قول:

حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكُمْ وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا۔⁴

یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے جبکہ اس کے دروازے ان کے لیے پہلے سے کھولے جا چکے ہوں گے (تو وہ عجیب عالم ہوگا)۔

اس آیت میں جواب کو حذف کر دیا۔ تاکہ اس بات پر دلیل اور سند رہے کہ اہل جنت جو کچھ وہاں پائیں گے۔ اس کا وصف غیر متناہی ہے۔ اور کلام اس کے وصف سے قاصر ہے۔ اسی طرح اہل جہنم کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قول: وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا عَلَى النَّارِ۔⁵ اور (بڑا ہولناک نظارہ ہوگا) اگر تم وہ وقت دیکھو جب ان کو دوزخ پر کھڑا کیا جائے گا، یعنی ایسا امر شنیع دیکھو گے کہ عبارت میں اس کا بیان نہیں ہو سکتا۔

¹ القصص، 25:25۔

Al-Qaṣaṣ , 28: 25.

² محمد بن علی بن محمد شوکانی، فتح القدیر (بیروت: دار الکتب المطیب، 1998ء/ 1419ھ)، 4: 194۔

Muhammad Bin Alī Bin Muhammad Shaokānī, *Fataḥ al-Qadīr* (Beirut: Dār al-Kalam al-Ṭayab, 1998AD), 4: 194.

³ السیوطی، الاتقان، 534۔

Al-Sayūṭī, *Al-Atqān*, 534.

⁴ الزمر، 39:73۔

Al-Zumār , 39: 73.

⁵ الانعام، 06:27۔

Al-An‘ām , 06: 27.

خلاصہ بحث

الغرض بلاغتِ قرآنی میں حذف کا موضوع انتہائی اہمیت کا حامل اور اعجازِ قرآن کے اہم پہلوؤں میں سے منفرد اور میز پہلو ہے۔ اہل فن نے مختلف اسالیب سے اسکی وجوہ سے پرکلام کیا ہے۔ بلاغت کی کتب میں اہل فن اور بعض مفسرین بھی ضمناس عنوان کو زیر بحث لائے ہیں۔ کلام الہی میں جامعیت کا یہ اچھوتا اسلوب الوہی حکمت کا شاہکار ہے۔ حذف کے اس بلاغی استعمال کے نتیجہ میں ماہرین نحو و معانی کے ساتھ ساتھ فقہ و استنباط کے مناج کو برتنے والے علماء نے بھی اس سے خوب استفادہ کیا ہے۔ مسلم سکالرز کی ذمہ داری ہے کہ قرآن کریم کو غیر الوہی گرداننے والے، مستشرقین اور ناقدین کے سامنے اس میز اسلوب کا اظہار کریں جو نہ صرف ان کے لئے مسکت بلکہ میز العقول ثابت ہوگا۔ قدیم ماہرین بلاغت کے ساتھ ساتھ دور جدید میں بھی اس نوع کی اباحت عرب محققین کی جانب سے پیش کی جارہی ہیں، علی سبیل المثال ڈاکٹر فاطمہ فضل سعدی کی اس موضوع پر تالیف "تعاقب الذکر والحذف فی آیات القرآن الکریم" کے نام سے اور دیگر اسی نوع کا معتد بہ لٹریچر منضہ شہود پر آچکا ہے۔